پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری زندگی

صدائے منبر ومحراب

شیخ الحدیث خطیب جامعہ سلفیہ
مولانا محمد یونس حفظہ اللہ

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

لایلف قریش. الفهم رحلة الشتآء و الصیف. فلیعبدوا رب هذا البیت. الذی اطعمهم من جوع وامنهم من خوف. (سورۃ القریش)

ہر قسم کی حمد وثنا اس مالک الملک کے لیے ہے جس نے ہمیں پیدا فرمایا اور پھر ہماری رشد وہدایت کے لیے ہمارے امن وسکون کے لیے ہماری راحت اور آرام کے لیے اپنی بہترین ہدایات نازل فرمائیں۔ اور ان ہدایات وتعلیمات کو عملی صورت میں سید کائنات رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی صورت میں ہمارے سامنے پیش کیا اور اسے محفوظ فرمایا اور خالق ومالک کی بے شمار رحمتیں ہوں ان گنت درود وسلام ہوں لا تعداد انعام واکرام ہوں سید الاولین والآخرین امام الانبیاء والمرسلین رحمۃ للعالمین کی ذات گرامی پر جن کی زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے جن کی زندگی بعثت سے پہلے کی ہو یا بعثت کے بعد کی ہو رب ذوالجلال کی خاص حفاظت میں گذری۔ اور رب ذوالجلال نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کی آلودگی اور خرابی سے محفوظ رکھا اور رب ذوالجلال کی خاص رحمتیں ہوں ان مقدس ہستیوں پر صحابہ کرام پر تابعین عظام پر علماء کرام پر جو ہر زمانے میں اللہ کے بندوں کے سامنے سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اوراق پیش کرتے رہے تاکہ اہل کائنات سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے رہنمائی حاصل کر کے اپنی زندگی میں خوشیاں اور مسرتیں بھر لیں۔

رب ذوالجلال قرآن حکیم میں فرماتے ہیں۔

لایلف قریش. الفهم رحلة الشتآء والصیف. فلیعبدوا رب هذا البیت. الذی اطعمهم من جوع وامنهم من خوف۔ (سورۃ القریش)

قبیلہ قریش میں ہم نے محبت اور الفت پیدا کر دی قریش کو یک جاں بنا دیا۔ اور پھر ہم نے قریش میں تجارتی سفروں کی الفت اور محبت پیدا کر دی یہ

قریش رزق حلال کے لیے کبھی سردیوں میں کبھی گرمیوں میں تجارتی سفر اختیار کرتے ہیں۔لہذا انہیں چاہیے کہ جس گھر کی بدولت ان کے اندر الفت پیدا ہوئی اور ان کے تجارتی قافلے ہر قسم کے ڈاکوؤں سے محفوظ ہوگئے۔انہیں چاہیے کہ اس گھر والے کی عبادت کریں۔اس نے بھوک اور افلاس کی حالت میں ان کے لیے خوراک کا سامان پیدا کیا اور سرزمین عرب کی بدامنی میں انہیں امن عطا کیا ڈاکو، چور اور لوٹنے والے سبھی قریش کے قافلوں کا احترام کرتے ہیں۔گذشتہ خطبات میں سید کائنات ﷺ کی سیرت کے اوراق آپ کے سامنے پیش کیے جارہے تھے۔آپ کا بچپن کہ جس بچپن میں ہر بچے کو ماں کی مامتا ، باپ کی شفقت اور بہن بھائیوں کی محبت کی تلاش ہوتی ہے۔جب ہمارے پیارے نبی ﷺ جب دنیا میں آئے تو باپ کا سایہ سر پر نہ تھا پھر جب ہمارے پیارے نبی ہمارے رہبر ورہنما ﷺ ''چھ'' سال کی عمر میں پہنچتے ہیں (اور یہ وہ عمر ہے جس میں ایک بچہ سن شعور کو پہنچ جاتا ہے) تو آپ کی والدہ محترمہ آپ کو لے کر آپ کے دادا کی معیت میں مدینہ منورہ آتی ہیں جہاں ان کے خاوند سرزمین مدینہ میں مدفون تھے۔جہاں سید کائنات ﷺ کے ننہال تھے وہاں ایک ماہ قیام کرتی ہیں جب مدینہ سے مکہ روانہ ہوتی ہیں تو راستہ میں بیمار ہوکر اپنے خالق حقیقی سے جاملتی ہیں یوں ''چھ'' سال کی عمر میں وہ بچہ جو پیدا ہوا تو یتیم تھا۔جسے ماں کی آغوش ملی لیکن سن شعور کو پہنچتے ہی ماں چھن گئی۔دادا عبدالمطلب سوگ وار تھے اپنے پوتے کو لے کر مکہ پہنچتے ہیں تو پہلے سے بڑھ کر پوتے سے محبت کرتے ہیں کہ جس کا اس دنیا میں نہ ماں ہے نہ باپ ہے نہ بہن ہے نہ بھائی ہے۔

رب ذوالجلال کی حکمتیں کچھ اور تھیں۔شاید رب ذوالجلال یہ چاہتے تھے کہ میرا نبی ﷺ جس نے اس کائنات کی رہنمائی کرنی ہے جس نے یتیموں کا والی بننا ہے غریبوں، مسکینوں، بیواؤں کا ملجا بننا ہے۔اس کو اس بات کا احساس ہو کہ یتیمی کیا ہوتی ہے۔جس کے ماں باپ دنیا میں نہ ہوں بہن بھائی نہ ہوں اس کا احساس محرومی کیا ہوتا ہے۔جس کے سر پر نہ باپ کا دست مبارک ہو نہ دادا کا دست شفقت ہو اس کی محرومیاں کیسی محرومیاں ہوتی ہیں تا کہ یہ ذات بابرکات مستقبل میں ایسی محرومیوں کا مداوا بن سکے جو لوگ ان چیزوں سے محروم ہیں آج ان کی محرومی کا عملی طور پر احساس ہو اور صحیح معنوں میں ان کی رہنمائی کرسکیں۔آپ ''سات'' سال کی عمر کو پہنچتے ہیں کہ عبدالمطلب بھی اپنے پوتے کو چھوڑ کر خالق حقیقی سے جاملتے ہیں۔چونکہ سید کائنات ﷺ کے والد اور آپ کے چچا ابوطالب

دونوں حقیقی بھائی تھے دونوں کی والدہ ایک تھی اسی لیے آپ کے دادا نے آپ کو ابو طالب کی کفالت میں دے دیا کہ میرے مرنے کے بعد میرے پوتے کی کفالت تم نے کرنی ہے۔ابو طالب نے اپنے بھتیجے کی ''چالیس'' سال تک کفالت کی ہر مخالفت میں ہر دشمنی کے سامنے دیوار بن گئے لیکن جب سید کائنات ﷺ اپنے چچا ابو طالب کی کفالت میں آتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ گھر کے حالات معاشی طور پر کمزور ہیں چچا ابو طالب اپنی اولاد سے بڑھ کر اپنے بھتیجے سے محبت کرتے ہیں۔ان کا خیال رکھتے ہیں لیکن خود معاشی طور پر کمزور ہیں آپ نے یہ بات محسوس کی اسی احساس کی بدولت اگر چہ ابھی لڑکپن کا دور ہے۔لیکن جذبہ ہے کہ میرے چچا کے معاشی حالات درست ہو جائیں میں اب ان کے گھر کا فرد بن چکا ہوں اب ان کی معاونت کرنا اور ان کا ہاتھ بٹانا میرا فرض ہے۔آپ نے اپنے اس عمل کے ساتھ دنیا والوں کو یہ درس دیا کہ اپنے محسنین کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کرنا چاہیے اپنے محسنین کے ساتھ معاونت کرنا ضروری ہے ان کے احسانات سے فائدہ اٹھانے کے ساتھ ساتھ ان سے ہمدردی معاونت اور خیر خواہی کے جذبات بھی ہونے چاہئیں۔تو آپ نے اپنے چچا کی معاونت کے لیے اہل مکہ کی بکریوں کو چرانا ان کی دیکھ بھال اور نگہداشت کرنا شروع کر دیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا۔''ما بعث الله نبیاً الا رعی الغنم'' **فقال اصحابه. وانت؟ فقال نعم، کنت ارعاها علی قراریط لاهل مکه۔ (صحیح بخاری باب رعی الغنم علی قراریط جلد نمبر 1 صفحه نمبر 596)**

رب ذوالجلال نے جتنے بھی نبی بھیجے ہیں ہر نبی نے بکریوں کو چرانے اور ان کی نگہداشت کرنے کا کام کیا اس لیے کہ اس کام کے ساتھ بکریوں کے چرواہے میں جو اوصاف حمیدہ پیدا ہوتے ہیں اس میں جو تبدیلیاں آتی ہیں اس کے اخلاق و کردار میں جو انقلاب آتا ہے وہ تبدیلیاں وہ انقلاب وہ اوصاف حمیدہ ایک دین کے داعی اور نبی کے اندر ہونی چاہئیں۔یہ کام انسان کے اندر صبر و تحمل حلم و بردباری تواضع و انکساری اور شجاعت پیدا کرتا ہے بکریوں کا چرواہا صبح سے لیکر شام تک بکریوں کی بھوک اور پیاس کے لیے سارا دن گرمی اور سردی کو برداشت کرتا ہے۔کسی تفریحی پارک میں نہیں، کسی گھر میں نہیں بلکہ صحرا میں کبھی پتھر پر بیٹھ کر، کبھی زمین پر لیٹ کر، کبھی کسی درخت کے سائے میں اور کبھی دھوپ میں بیٹھ کر اپنی بکریوں کی نگہداشت کرتا ہے۔ان کی بھوک اور پیاس کا خیال رکھتا ہے۔

اس سے انسان کے اندر صبر وتحمل اور بردباری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ان بکریوں کی دیکھ بھال کرنے سے، بیمار بکریوں کی تیمارداری کرنے سے اس کے اندر تواضع پیدا ہوتی ہے۔ یہ چیز انسان کے اندر تکبر ختم کر دیتی ہے اس کے اندر عاجزی انکساری پیدا کرتی ہے۔کبھی وہ اپنی بکریوں کے منہ میں دوائی ڈال رہا ہے کبھی خوراک ڈال رہا ہے کبھی انکی خدمت کر رہا ہے کبھی انکے چھوٹے چھوٹے بچوں کی نگہداشت کر رہا ہے۔ یہ چیز انسان کے اندر ایک فکر اور سوچ پیدا کرتی ہے کہ تم ایک عظیم مقصد کی حامل شخصیت ہو، تم ایک متواضع انسان ہو، تمہارے اندر آج ان حیوانوں کی خدمات کے جذبات ہیں تو کل تم نے انسانوں کی خدمت کا فریضہ انجام دینا ہے۔آج یہ انسان ان بکریوں کی خدمت کر رہا ہے تو کل ضرور یہ بنی نوع انسان کا خادم بنے گا۔اس کام سے انسان کے اندر شجاعت پیدا ہوتی ہے جنگلی درندے جو بکریوں کے ریوڑ کی تاک میں رہتے ہیں ان کا مقابلہ کرتا ہے ،بکریوں کی حفاظت اور ان کا دفاع کرتا ہے، یہ سب اوصاف بکریوں کو چرانے اور ان کی نگہداشت کرنے کی صورت میں انسان کے اندر پیدا ہوتے ہیں۔رب کائنات کی یہ حکمت تھی کہ میرے حبیب کے اندر صبر وتحمل، بردباری، تواضع وانکساری اور شجاعت پیدا ہو۔دوسروں کے لیے ایثار وقربانی کے جذبات ہوں۔

اس لیے آپ نے اپنے چچا کی معاونت کے لیے بکریاں چرانے کا کام کیا۔آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

"ما اکل احد طعاماًقط، خیراًمن ان یاکل من عمل یدہ" (صحیح بخاری باب کسب الرجل وعملہ بیدہ)

﴿انسان اپنے ہاتھ کی کمائی سے جو کھاتا ہے اس سے اچھی خوراک اور کوئی نہیں ہوسکتی﴾

جو شخص اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتا ہے اپنے گھر سے کھاتا ہے اسکی زبان کبھی حق وصداقت کی بات کرنے سے نہیں ہچکچائے گی وہ حق بات کہے گا اسے کسی کا خوف نہیں ہوگا لیکن جو دوسروں سے لے کر کھاتا ہے۔جسکا کھانا کسی کے گھر سے آتا ہے وہ شاید کبھی حق بات نہ کہہ سکے۔حق بات وہی کہے گا جو اپنے گھر سے کھانے والا ہو اپنی محنت، اپنی کمائی سے کھانے والا ہو۔دوسروں کی کمائی کھانے والا کبھی حق کے میدان میں ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔اس کے پاؤں ڈگمگا سکتے ہیں۔اس لیے آپ ﷺ نے فرمایا بہترین خوراک وہ ہے جو انسان اپنے ہاتھ سے کمائے اور کھائے۔

اس طرح آپ نے اپنے لڑکپن کے زمانہ میں محنت ومزدوری کے ساتھ اپنے چچا کی معاونت کی جب جوانی کی حدود میں قدم رکھا تو دیکھا کہ گردوپیش کے معاشرے میں ظلم وستم ہے، لاقانونیت ہے عدل وانصاف نہیں ہے، کہیں سے انسان کو عدل وانصاف نہیں مل رہا ہر طرف ظلم وبربریت ہے، جس کے ہاتھ میں طاقت ہے تلوار ہے سرداری ہے وہ ہر طرح سے دوسرے کو محکوم بنارہا ہے۔ اسی اثنا میں یمن کا ایک تاجر سامان لے کر مکہ میں آتا ہے ''عاص بن وائل'' جو مکہ کا ایک سردار تھا وہ اس یمنی تاجر سے سامان خریدتا ہے لیکن قیمت ادا نہیں کرتا قیمت ادا کرنے سے انکار کردیتا ہے کہ جاؤ تم نے جو کرنا ہے کرلو جسے لانا ہے لے آؤ جسے کہنا ہے کہہ لو تمہاری رقم نہیں دوں گا۔ وہ یمنی تاجر مکہ کے سرداروں کے پاس جاتا ہے کہ تمہارا بھائی عاص بن وائل میرے پیسے نہیں دے رہا۔ لیکن جس معاشرے میں عدل وانصاف نہ ہو وہاں کے سردار بھی سرداروں کا ساتھ دیتے ہیں عدل وانصاف کی بات نہیں کرتے سب سرداروں نے انکار کردیا کہ ہم کچھ نہیں کرسکتے وہ یمنی تاجر مکہ کی پہاڑی میں کھڑے ہوکر شعر پڑھ کے اہل مکہ کی غیرت کو بیدار کرتا ہے کہ میں غریب ہوں اجنبی ہوں پردیسی ہوں تمہاری خدمت کے لیے مال تجارت لے کر مکے میں آیا۔ لیکن کیا تمہارے اندر ایک بھی انسان نہیں ہے جو حق بات کہہ سکے، عدل کی بات کرسکے، کسی مظلوم کو حق دلوا سکے۔ وہ اہل مکہ کے ضمیر کو بری طرح سے جھنجوڑتا ہے۔ اسکی باتیں سن کر زبیر بن عبدالمطلب، بنوہاشم، بنوزہرہ، بنوقینقاع کے کچھ لوگ جمع ہوتے ہیں۔ عبداللہ بن جدعان اس دور کے بہت بڑے سخی انسان تھے۔ ان کے گھر میں ان سب کا اجتماع ہوتا ہے یہ سب لوگ بیٹھ کے حلف اٹھاتے ہیں کہ آج کے بعد ہمارے اس شہر میں کوئی مظلوم نہیں ہوگا ہم ہر مظلوم کو اسکا حق دلوائیں کے ظالم کو ظلم سے روکیں گے اور جو مسافر بھی ہمارے شہر میں آئے گا اسکی حفاظت کے ذمہ دار ہم ہوں گے۔ یہ سب لوگ حلف اٹھاتے ہیں اور یہ حلف تاریخ انسانی میں حلف الفضول کے نام سے مشہور ہے۔ سید کائنات ﷺ بھی اس حلف میں موجود تھے اور آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میں جاہلیت کے دور میں بھی اس حلف میں شامل تھا کہ آج اگر کوئی بھی اس معاہدے کی بنیاد پر آواز دے میں اس کی آواز پہ ''لبیک'' کہتے ہوئے مظلوم کا ساتھ دوں گا اور ظالم کو ظلم سے روکوں گا۔'' حلف الفضول کا یہ معاہدہ ہو جاتا ہے تو یہ لوگ عاص بن وائل سے اس یمنی تاجر کا مال واپس کرواتے ہیں ۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ مستقبل کا قائد کبھی اپنے معاشرے اور ماحول سے مستغنی نہیں ہوسکتا ہے، جس ماحول میں رہتا ہے اس پہ نظر ہونی چاہیے کہ میرے معاشرے میں کیا خرابیاں ہیں اور ان خرابیوں کو ختم کرنے میں میرا کیا کردار ہوسکتا ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ جس معاشرے اور ماحول میں ہے اس سے لاتعلق نہ ہوجائے، اگر آج اس نے ظلم کو عام ہونے دیا، خود ظلم نہیں کیا لیکن ظلم کو روکنے میں کردار بھی ادا نہیں کیا، تو گویا اس نے ظلم کی معاونت کی، ظلم کا ساتھ دیا ہے۔ ظالم کو ظلم سے نہ روکنا اور مظلوم کی حمایت نہ کرنا یہ بھی ظلم ہے۔ اس طرح آپ ﷺ نے حلف الفضول کے معاہدے میں شریک ہوکر ہمیں یہ درس دیا کہ کوئی شخص بھی اپنے معاشرے میں ہونے والے ظلم اور ناانصافی سے الگ نہیں رہ سکتا۔ جس معاشرے میں لوگوں کو عدل وانصاف نہیں ملے گا، جہاں ظلم کا دور دورہ ہوگا یہ معاشرہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ یہ حلف الفضول جہاں لوگوں کی حمایت کے لیے تھا وہاں یہ معیشت کے استحکام کی پہلی اینٹ بھی تھا۔ جس ملک میں آنے والے تاجروں کو تحفظ حاصل نہ ہو کبھی اس علاقہ میں کوئی تاجر کوئی سرمایہ کار اپنا مال لے کر نہیں آئے گا۔ آج ہمارے ملک میں لوگ سرمایہ کاری سے منہ پھیر رہے ہیں، کیوں؟ اس لیے کہ ہمارے معاشرے میں نہ انصاف مل رہا ہے، نہ عدل، نہ تحفظ، گویا حلف الفضول کا معاہدہ جہاں مظلوموں کی حمایت میں تھا وھاں مکہ مکرمہ کی معیشت کے استحکام کی پہلی اینٹ بھی تھا۔ یہ تاجروں اور سرمایہ کاروں کو ان کے تحفظ کی ضمانت دی گئی تھی کہ ہمارے شہر میں کسی مظلوم کو بے سہارا نہیں چھوڑا جائے گا۔ جو کوئی تاجر آئے گا ہم اسے تحفظ دیں گے۔ اس کی عزت، جان اور مال تجارت کی حفاظت کریں گے۔

اس طرح آپ ﷺ نے ہمیں معیشت کی مضبوطی کا بنیادی اصول سمجھا دیا کہ جب کسی معاشرے میں امن وسکون نہیں ہوگا اس معاشرے کی معیشت کبھی مضبوط نہیں ہوگی۔ جب آپ ﷺ نے عملی زندگی میں قدم رکھا تو آپ ﷺ نے بھی تجارت شروع کی۔ لوگوں کا مال لے کر مضاربت کی بنیاد پر کاروبار کیا۔ سرمایہ کسی کا ہو محنت کسی دوسرے کی ہو۔ اسلام نے ہمیں یہ سہولت مہیا کی ہے۔ اگر کوئی مالدار کاروبار نہیں کرسکتا۔ اپنا مال کسی دوسرے کاروبار کرنیوالے کو دے دے، اسے اسلام مضاربت کا نام دیتا ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ مال ایک فریق کا ہو محنت کسی دوسرے فریق کی ہو۔ اور منافع کی شرح پر دونوں فریق متفق ہو جائیں۔ تو سید کائنات ﷺ نے اس

مضاربت کی بنیاد پر تجارت کی لوگوں کا مال لے کر تجارت کی اور اس انداز میں تجارت کی کہ اہل مکہ بھی آپ ﷺ کو صادق وامین کہنے پر مجبور ہو گے ۔وہ معاشرہ جہاں ظلم تھا ناانصافی تھی آپ ﷺ نے امانت ودیانت سے کام لیا۔زبان سے ہمیشہ سچ بات کہی ، سبھی لوگ آپ کی صداقت و امانت پر ایمان لے آئے اور آپ کو صادق وامین کے نام سے یاد کرنے لگے ۔حضرت خدیجہ رضی اللہ عنھا سنتی ہیں کہ مکہ کا ایک نوجوان کسی لوگ صادق وامین کہتے ہیں یہ مضاربت کی بنیاد پر تجارت کرتا ہے تو حضرت خدیجہؓ ان کو پیشکش کرتی ہیں کہ میرے پاس مال ہے ،میرا مال لے جاؤ، میں عام تاجروں کی نسبت تمہیں دوگناہ منافع دوں گی ، وہ اپنے غلام میسرہ کو ساتھ کرتی ہیں۔سید کائنات ﷺ حضرت خدیجہؓ کا مال لے کر ان کے غلام میسرہ کی معیت میں تجارت کے لئے جاتے ہیں ،اس انداز میں تجارت کرتے ہیں کہ میسرہ جو اس سے قبل دیگر تاجروں کے ساتھ بھی جایا کرتا تھا ۔آپ ﷺ کے اخلاق وکردار سے بے حد متاثر ہوا اور میسرہ نے آپ ﷺ کے اسلوب تجارت کا یہ خوب صورت انداز بیان کیا ،کہ میں نے آپ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ گاہک کے بڑے ہمدرد اور خیر خواہ ہوتے تھے۔آج ہم تجارت کرتے ہیں لیکن ہم اپنے نفس کے خیر خواہ ہیں ، اپنی ذات کے ہمدرد ہیں ، گاہک کو لوٹنا چاہتے ہیں۔مگر آپ ﷺ ہمیشہ گاہک کے ساتھ خیر خواہی کرتے تھے اور آپ ﷺ نے ہمیں بھی یہی درس دیا۔"أَلدِّيْنُ النَصِيْحَة" دین خیر خواہی کا نام ہے۔

(صحیح البخاری باب قول النبی ﷺ الدین النصیحة لله ولرسوله......
جلد نمبر 1 صفحہ 25)

جو سمجھتا ہے کہ میں دین دار ہوں ، میں مسلمان ہوں ، میں مومن ہوں لیکن وہ دوسروں کا خیر خواہ نہ ہو،اس کے اندر دین داری کوئی کوئی بات نہیں، دین ہے ہی خیر خواہی کا نام ۔اپنے نفس کی نہیں اپنی ذات کی نہیں دوسروں کی خیر خواہی ہو تو یہ دین ہے ۔تاجر اپنی ذات کا خیر خواہ ہوتا ہے، اپنا فائدہ سوچتا ہے۔ لیکن ایک مسلمان تاجر وہ ہے جو اپنا نہیں بلکہ اپنے خریدار کا فائدہ سوچتا ہے اس کا خیر خواہ ہوتا ہے۔میسرہ بیان کرتا ہے کہ آپ ﷺ خریدار کے خیر خواہ ہوتے تھے۔جسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ خریداری بڑھ جاتی تھی گاہک زیادہ ہوتے تھے دوسروں کے پاس گاہک نہیں جاتے تھے آپ ﷺ کے پاس آتے تھے منافع کم لیا لیکن خریداری بڑھ گئی اس انداز سے آپ ﷺ دیگر تاجروں سے زیادہ

کاروبار کرتے تھے۔ مگر ہم سمجھتے ہیں کہ گاہک ایک ہی کافی ہے جو کچھ اس کے پاس ہے سب کچھ لوٹ لیا جائے، اس کے مال سے جیب بھر لی جائے یہ اپنی ذات کے ساتھ خیر خواہی ہے گاہک کے ساتھ خیر خواہی نہیں ہے ۔جب کہ ایک تاجر کا یہ انداز ہونا چاہیے کہ اپنی ذات کا نہیں خریدار کا خیر خواہ ہو۔تو جب میسرہ نے آ کر حضرت خدیجہ ؓ کو بیان کیا کہ میں نے آپ ﷺ کے اندر یہ اوصاف دیکھے ہیں جو کسی اور تاجر میں نہیں دیکھے اور اس تجارت میں منافع بھی دیگر تاجروں سے زیادہ ہوا۔تو حضرت خدیجہ ؓ نے آپ کی امانت، دیانت اور صداقت کو دیکھ کر شادی کا پیغام بھیج دیا ۔سید کائنات ﷺ مالدار نہیں تھے چچا کی معاشی حالت کمزور تھی دنیا کی دولت نہیں تھی انسان جب اپنے دل سے دنیا کی دولت اور اس کی محبت کو نکال کر اوصاف حمیدہ پیدا کر لے تو دنیا کی دولت قدموں میں آ جاتی ہے۔آپ ﷺ مالدار نہیں تھے لیکن امانت، صداقت اور دیانت کی دولت سے ضرور مالا مال تھے اسی امانت اور صداقت کی بدولت مال بھی آپ کے قدموں میں آ جاتا ہے اور اہل مکہ کی سب سے مالدار خاتون کا رشتہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ طے ہو جاتا ہے۔امانت تھی صداقت اور دیانت تھی اچھا رشتہ بھی مل گیا اسکا سارا مال بھی مل گیا۔

اس شادی کے بعد ایک اور واقعہ رونما ہوتا ہے کہ بیت اللہ کی عمارت گر جاتی ہے قریش مکہ از سر نو کعبہ کو تعمیر کروانا چاہتے ہیں اور آپس میں عہد کرتے ہیں کہ اللہ کا گھر ہے اللہ کے گھر کی تعمیر کے لیے صرف اور صرف حلال کمائی ہونی چاہیے اس کی تعمیر میں حرام کا ایک پیسہ بھی نہیں ہونا چاہیے سب لوگوں کی تجارت سود اور حرام خوری، ظلم وستم اور زنا کاری کی بنیاد پر تھی لیکن عہد کرتے ہیں کہ وہ رقم جو ہم نے بیت اللہ کی تعمیر کے لیے خرچ کرنی ہے اس میں ایک پیسہ بھی زانیہ عورت کا نہیں ہوگا، اس میں ایک پیسہ بھی سود کا نہیں ہوگا اور ایک پیسہ بھی وہ نہیں ہوگا جو ظلم کی وجہ سے حاصل کیا گیا ہو۔ پیسے جمع کرتے ہیں لیکن پیسے تھوڑے تھے اور متوقع اخراجات زیادہ تھے۔مزید حلال کی کمائی نہیں تھی لوگوں کے پاس جو حلال کی کمائی تھی وہ جمع کروا دی اب کہیں سے مزید حلال کی کمائی ملنے کی امید نہیں تھی سوچتے ہیں کہ اب کیا کیا جائے اللہ کا گھر تعمیر کرانا ہے اور اسمیں حلال کی کمائی خرچ کرنا ہمارا وعدہ ہے لیکن پیسے تھوڑے ہیں جس سے بیت اللہ کی تعمیر مکمل نہیں ہوسکتی بیت اللہ کی تعمیر مختصر کر دی اسکی عمارت کو چھوٹا کر دیا، ان پیسوں سے جتنی عمارت بنتی تھی بنا دی باقی کو چھوڑ دیا لیکن اسکی تعمیر میں حرام کا ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کیا۔اور پھر اس گھر کی تعمیر میں مزدور شامل نہیں ہوئے بلکہ قریش مکہ کے بڑے بڑے

سردار بڑے بڑے لوگ اس کی تعمیر میں شریک ہوئے۔اس وقت سید کائنات ﷺ بھی بیت اللہ کی تعمیر میں شریک ہوئے آپ کے چچا بھی آپ کے ساتھ اپنے کندھوں میں گارا اٹھا کر اس گھر کی تعمیر کر رہے تھے، اللہ کے گھروں کو آباد کرنا ان کی تعمیر کرنا یہ انبیاء کا کام ہے سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے ساتھ اس گھر کی تعمیر کی اور کائنات والوں کو بتا دیا کہ مساجد کی تعمیر کا کام انبیاء کا کام ہے۔اس کام کو حقیر نہ سمجھو اللہ کے گھروں کو تعمیر کرنا یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے، انبیاء کا کام ہے۔اور سید کائنات ﷺ بھی اس تعمیر میں شریک ہوئے اور انہوں نے اپنے عمل سے ہمیں یہ درس دیا کہ اپنے اندر کبھی تکبر نہ آنے دو کہ میں تو بڑا مالدار ہوں، میں تو چوہدری ہوں، میں تو سردار ہوں اور میں مسجد کے لیے اینٹ کیوں اٹھاؤں؟ میں مسجد کی صفائی کیوں کروں؟ میں مسجد کے لیے گارا کیوں اٹھاؤں؟ میں مسجد کی صفیں صاف کروں؟ نہیں سید کائنات ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے مسجد کی صفائی کی۔آپ نے دیکھا کہ کسی شخص نے مسجد نبوی کی دیوار پر تھوک دیا آپ نے غصے کا اظہار بھی کیا، پھر فرمایا تم اللہ کے گھروں کو اس طرح خراب کرتے ہو یہاں گندگی پھیلاتے ہو پھر خود اپنے ہاتھوں سے مسجد کی دیوار کو صاف کیا۔رب کائنات نے بھی اپنے نبی ابراہیم اور اسمعیل علیہما السلام کو حکم دیا تھا۔

وطهرا بيتی للطائفين و العاكفين و الركع السجود (سورۃ البقرہ آیت نمبر 125)

اے ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام تم نے میرا گھر تو بنا دیا ہے اب اس گھر کو پاک صاف رکھنا بھی تمہاری ذمہ داری ہے۔

اللہ کے گھر کی تعمیر اور اس گھر کی طہارت بھی بہت اہم کام اور بہت بڑی نیکی ہے سید کائنات ﷺ بھی اپنے خاندان کے ساتھ بیت اللہ کی تعمیر میں شریک ہوئے۔لیکن جب حجر اسود کو نصب کرنے کا موقع آتا ہے تو ہر قبیلے کی یہ تمنا تھی کہ حجر اسود کو نصب کرنے کا اعزاز ہمیں حاصل ہو جائے۔اور وہاں بے شمار قبائل تھے۔ آپ سب جانتے ہیں کہ قبائل کے لڑنے کا انداز کیا ہوتا ہے۔جس طرح آج کل ہمارے قبائلی علاقوں میں انسان کے خون کی قدر و قیمت کوئی نہیں ہے ایسا ہی اس معاشرے میں تھا۔معمولی معمولی باتوں پر ایک نہیں سینکڑوں انسانوں کا خون بہا دیا جاتا تھا۔اور ایک دن نہیں سینکڑوں سال تک جنگیں ہوتی رہتی تھیں۔اب بیت اللہ کی تعمیر کا معاملہ تھا ہر قبیلہ چاہتا تھا یہ اعزاز مجھے ملے۔قریب تھا کہ تلواریں میانوں سے نکل آتیں اور بیت اللہ کی تعمیر بھی انسانی خون

سے نہا جاتی کہ ابوامیہ کہتا ہے اے لوگو میرے بھائیوں ایسا نہ کرو تم اللہ کے گھر کی تعمیر کر رہے ہو ، بہت بڑی نیکی کر رہے ہو۔ لیکن جس طرح تم نے بیت اللہ کی تعمیر میں حلال کمائی جمع کی تھی اس کا اہتمام کیا تھا اس حرمت والے شہر کے تقدس کو پامال نہ کرو، نہ کسی انسان کا خون بہاؤ۔ یوں کرو تم سب یہاں بیٹھ جاؤ، سب سے پہلے جو شخص بھی بیت اللہ میں داخل ہو اسے اپنا ثالث مان لو، اسے اپنا قاضی مان لو، اسے جج مان لو، جو فیصلہ کرے گا تمہیں ماننا پڑے گا سب لوگ اتفاق کر لیتے ہیں کہ جو شخص بھی سب سے پہلے مسجد حرام میں داخل ہوگا ہمارا جج ہوگا۔ دیکھتے ہیں کہ سید کائنات ﷺ مسجد حرام میں داخل ہو رہے ہیں سب پکار اٹھتے ہیں کہ ہم صادق وامین کے فیصلے پہ راضی ہیں۔ جس کی صداقت وامانت کو سب مانتے تھے آج اس کی عدالت کو مان لیں گے کہ یہ امین جو فیصلہ کرے گا ہم راضی ہوں گے۔ سید کائنات ﷺ کو ابھی نبوت نہیں ملی تھی، لیکن اپنی عقل مندی اور ذہانت کے ساتھ انسانی خون کے بہنے اور ایک طویل جنگ روکنے میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں اپنی چادر زمین پر بچھاتے ہیں اس پر اپنے ہاتھوں سے حجر اسود رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمام قبائل کے سردار آجائیں، قبیلہ چھوٹا ہے یا بڑا ہے سارے قبائل کے سردار اس چادر کو اٹھائیں، جب وہ پتھر اپنے مقام کے قریب پہنچا تو آپ نے پتھر اٹھا کے اس کے مقام پر رکھ دیا اس طرح رب ذوالجلال نے یہ اعزاز بھی اپنے آنے والے نبی کو عطا کیا۔ اور اس کے دست مبارک سے حجر اسود نصب ہوا اور وہ جنگ جس کے خطرے منڈلا رہے تھے۔ وہ جنگ بھی ختم ہوگئی اور آپس میں اتحاد پیدا ہو گیا۔

آپ ﷺ نے اپنی سیرت طیبہ سے ہم سب کو درس دیا کہ مساجد اور اللہ کے گھروں کے معاملے میں نہ کوئی بڑا ہے نہ کوئی چھوٹا، قبیلہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو سبھی قبائل آجائیں اس چادر کو اٹھائیں، اس طرح اس کام میں سبھی قبائل شریک ہوں جائیں گے۔ جب مسجدوں کے معاملے میں چھوٹے بڑے کی اونچ نیچ ختم ہو جائے تو آپس میں اتفاق واتحاد پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن جب ان مسجدوں اور اللہ کے گھروں کے بارے میں تکبر آجائے خود کو وہ بڑا سمجھنے لگیں تو جس طرح وہاں (بیت اللہ میں) خطرات پیدا ہو گئے تھے انسانی خون بہنے کے۔ اسی طرح آج کے دور میں جب مساجد میں اس طرح کی اونچ نیچ اور تکبر کے جراثیم پیدا ہو جائیں کہ فلاں بڑا ہے فلاں صدر ہے اور ایک عام آدمی کو معمولی اور حقیر سمجھا جائے تو مساجد میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ اللہ کے گھر میں سب لوگ یکساں ہیں، نہ کوئی چھوٹا

ہے نہ کوئی بڑا ہے جب اس گھر میں لوگ آجائیں سارے امتیازات ختم ہو جاتے ہیں۔ اللہ کے سامنے سارے انسان برابر ہیں اور جب اللہ کے گھر میں آنے والوں کے درمیان برابری اور مساوات ہو جائے تو محبت والفت پیدا ہو جاتی ہے۔لیکن جب یہاں پر بھی بڑا پن آجائے تو پھر انتشار وافتراق پیدا ہو جاتا ہے ایک مسجد میں کئی کئی گروپ بن جاتے ہیں، پھر یہ مساجد دین سے دوری اور نفرت پھیلانے کا سبب بن جاتی ہیں۔ آپ ﷺ نے ہمیں یہ درس دیا کہ اللہ کے سامنے سب برابر ہیں اللہ کے گھر میں آکر سب یکساں ہو جاتے ہیں کوئی چوہدری نہیں ہے، کوئی لیڈر نہیں ہے ، اگر کوئی ہے تو اللہ کے بندوں کا خادم ہے۔اس مسجد کا خادم ہے۔ کوئی خود کو بڑا نہ سمجھے کہ میری ہر بات مانی جائے میری کسی بات کو رد نہ کیا جائے اور کوئی شخص میرے سامنے بات کرنے کی جرات نہ کرے۔ وہ خادم ہے اللہ کے گھر کا اگر وہ یہ اعزاز لینا چاہتا ہے تو اعزاز لے لے۔لیکن کوئی بڑا بن کر مسجدوں کے اندر نفرت پیدا کرے، انتشار پیدا کرے، تو وہ کبھی بھی بڑا نہیں بن سکتا۔ آپ ﷺ نے بیت اللہ کی تعمیر کے موقع پر اہل مکہ کو بہت بڑی خون ریزی سے بچا کر پوری انسانیت پہ احسان کیا۔

آپ ﷺ نے یوں اپنی جوانی کے لمحات گزارے کہ اپنے معاشرے سے بے خبر نہیں تھے اپنے معاشرے کے حالات سے مکمل باخبر تھے ،اپنے معاشرے کی ناانصافیوں سے آپ پریشان ہوتے تھے،سوچتے تھے کہ معاشرے کی خرابیاں کس طرح دور کی جائیں۔ جہاں ہم اپنی ذات اور اپنے آپ کی اصلاح کرتے ہیں وہاں اپنے معاشرے گردونواح کی اصلاح بھی ہمارا فرض ہے۔ہم محض اپنے بیٹھنے کی جگہ کو صاف نہیں کرتے ہیں بلکہ اپنے پورے کمرے کو صاف کرتے ہیں پھر اپنے کمرے کو نہیں اپنے پورے گھر کو صاف رکھتے ہیں لیکن گھر کی صفائی تب ہی قائم رہ سکتی ہے جب اسکی گلی بھی صاف ہو، اس کا محلّہ بھی صاف ہو ،اس لیے صرف اپنی ذات کے حصار میں قید نہ ہو جائیں، اپنی ذات سے نکل کر گردونواح کی خرابیوں کو دیکھئے سوچئے فکر کیجئے کہ ان کی اصلاح کیسے ممکن ہے۔ان کی اصلاح میں آپ کی اصلاح ہے۔

سید کائنات ﷺ فرماتے ہیں کہ میری زندگی میں صرف دو لمحات ایسے آئے کہ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جسطرح نوجوان ''لہوولعب'' کی محفلوں میں جاتے ہیں میں بھی

جاؤں اپنے دوستوں کے اکسانے پہ میں ایک دن اپنی بکریاں اپنے ساتھی کے حوالے کر کے شہر میں چلا گیا کہ میں بھی دیکھوں ''لہو ولعب'' کیا ہوتا ہے۔ میں مکہ میں آیا تو ایک شادی ہو رہی تھی میں نے پوچھا کیا معاملہ ہے کہتے ہیں فلاں قریش کے آدمی کی شادی ہے اسکی شادی پر ''لہو ولعب'' تھا گانے تھے موسیقی تھی میں نے سننے کا ارادہ کیا لیکن رب ذوالجلال نے میرے کانوں کو بند کر دیا اور میری آنکھوں پہ نیند کو غالب کر دیا میں اسی وقت سو گیا ، جب سورج نکل آیا تھا تب میں بیدار ہوا وہ لوگ ساری رات ''لہو ولعب'' میں لگے رہے رب ذوالجلال نے مجھے اس سے محفوظ رکھا۔ پھر ایک اور رات بھی ایسا ہی ہوا ساتھیوں کے اکسانے پہ ان کے ساتھ لہو ولعب کی محفل میں شرکت کے لیے گیا۔ مکہ میں آیا تو دیکھتا ہوں شادی کی محفل ہے گانے گائے جا رہے ہیں لہو ولعب بھی ہے۔ موسیقی بھی ہے میں وہاں بیٹھنے کا ارادہ کرتا ہوں ۔ لیکن رب ذوالجلال میرے کانوں کو بند کر دیتے ہیں مجھ پر نیند غالب آجاتی ہے میں سو جاتا ہوں اور صبح بیدار ہوتا ہوں۔ یہ صرف دو راتیں تھیں کہ میرے دل میں خیال پیدا ہوا اور وہ بھی ساتھیوں کے اکسانے پر ، کہ میں لہو ولعب کی محفل میں جاؤں ان کے علاوہ میرے دل میں کبھی بھی لہو ولعب کی محفل میں جانے کا خیال پیدا نہ ہوا۔

اس طرح رب ذوالجلال نے اپنے نبی کی حفاظت کی۔ جوانی کے یہ لمحات نہایت پُر خطر ہوتے ہیں ایک نوجوان کو چاہیے کہ اپنے نبی ﷺ کی سیرت کو سامنے رکھ کے اپنے آپ کو لہو ولعب کی محفلوں سے دور رکھے۔ اور اللہ ذوالجلال سے دعا بھی کرنی چاہیے، نوجوانوں کو بھی ان کے ماں باپ کو بھی کہ وہ بابرکت ذات ہماری اولادوں کو جن کے آج کے دور میں بھٹکنے کے بہت سے راستے ہیں انہیں نیکی پر استقامت عطا فرمائے ۔ نوجوان اللہ کے رسول ﷺ کی سیرت کو سامنے رکھیں اس سے سبق لیں، اللہ سے دعا بھی کریں اس سے توفیق مانگیں کہ اللہ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اپنی جوانی کے یہ لمحات نیک اعمال اور ایمان کی سلامتی کے ساتھ عزت و وقار اور شرم و حیاء کے ساتھ گزاریں ماں باپ بھی اپنی اولاد کے لیے دعا کرتے رہیں کہ اللہ ان کہ اولادوں کی حفاظت کرے۔ ہر قسم کی آلودگی سے ان کے اخلاق و کردار اور دامن کو محفوظ رکھے۔ امین

یہ سید کائنات ﷺ کی بعثت سے پہلے کے واقعات تھے رب ذوالجلال ہمیں اس سے سبق لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین